مضامین

شمارہ اپریل ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ نامہ آب حیات لاہور کی اشاعت کا یہ اٹھارواں سال جاری ہے، آج سے اٹھارہ سال پہلے ہم نے نامساعد حالات میں ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کرنا شروع کیا تھا، رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی تو یہ رسالہ اپنے معاصر رسالوں کی صف میں جا کھڑا ہوا، پاکستان کے چاروں صوبوں بشمول کشمیر اس کا مطالعہ کرنے والوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بن گئی، پھر درمیان میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ رسالہ بیرون ممالک بھی روانہ کیا جاتا رہا، الحمد للہ

یوں الحمد للہ قریباً دو دہائیوں سے نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنے کی یہ مہم جاری رہی، اور اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی جاری ہے، اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گی، یہ کام ہم نے کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے، یہ ہمارا فریضہ ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہو گا کہ ہم اس قدر تحریریں کیوں لکھتے اور پھیلاتے ہیں، مگر ان بے چاروں، قسمت کے ماروں کو کیا علم ہے کہ آج دنیا بھر میں روشنی کم اور اندھیرے زیادہ پھیل رہے ہیں، آج دنیا میں روشنی پھیلانے والے کم اور اندھیرے پھیلانے والے زیادہ ہیں، آج میڈیائی دور ہے، میڈیا کے ذریعے یہاں بے حیائی پھیلائی اور عام کی جا رہی ہے، میڈیا کے ذریعے اب یہاں وہ کچھ ہو رہا ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، میڈیا کے ذریعے آج یہاں دنیا کی محبت دلوں میں اتاری اور پیدا کی جا رہی ہے، ہمارے پاس یہی استطاعت تھی سو ہم اسے کام میں لا رہے ہیں۔

میڈیا کے ذریعے اب یہاں دین کو پست اور دنیا کو بالا ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، میڈیائی چمک دمک اور لش پش نظام کے سامنے دنیا کے لوگ ڈھیر ہوتے چلے جارہے ہیں، ان کے خیال میں یہ بات رہ رہ کر آتی ہے کہ ہم تو گوشہ گمنامی میں زندگی گزار رہے ہیں، ہمیں اس گوشہ تنہائی سے نکل کر بزم میں جلوہ افروز ہونے کی ضرورت ہے، جس کے پاس مال ہوتا ہے وہ اسے بروئے کار لا کر میڈیا پر اپنے دل کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اشتہارات کے ذریعے، پبلسٹی کے ذریعے، جھوٹی اناؤں کو تسلی دینے کے لیے، اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنی ذات کی تشہیر پر لگے ہوئے ہیں، کچھ اللہ والے، کچھ درویش اور خدامست لوگ اللہ کی عظمت کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

ماہ نامہ آب حیات لاہور کی شروع سے یہ کوشش رہی ہے کہ نام بنے نہ بنے، شہرت ہو یا نہ ہو، دنیا ملے یا نہ ملے ہم نے اس کی پرواہ نہیں کرنی، ہم نے اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے، ہم نے اپنے اللہ کے نام کا ڈنکا بجانا ہے، ہم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ محبت اور عقیدت کا دم بھرنا ہے، ہم نے آقا مدنی کریم ﷺ کے دین کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے اپنی دنیوی زندگی گزارنی ہے، ایمانی جذبات اور خدمات کو عام کرنا ہے۔

چنانچہ اسی تگ و پو میں ماہ نامہ آب حیات لاہور گزشتہ اٹھارہ سال سے اپنے مشن میں سرگرم عمل ہے، ہماری شبانہ روز یہی کاوش ہے کہ ہم اللہ کے دین کا کام کریں، دین پر خود بھی عمل کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی دین پر عمل کی دعوت دیں، چونکہ عمل سے ہی زندگی ہے اور عمل سے ہی جنت اور دوزخ کے فیصلے ہوں گے۔

ماہ نامہ آب حیات لاہور میں گزشتہ دوڈھائی سال سے مسلسل قرآن کریم کی تفسیر پر مشتمل مضمون شامل اشاعت ہوتے رہے، اب الحمدللہ ہم اپنی پرانی ترتیب کے مطابق ماہ نامہ آب حیات کے مضامین اپنے باذوق قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، امید ہے کہ ساتھیوں کو یہ سابقہ سلسلہ پسند آئے گا۔ اللہ قبول فرمائے۔

خادم اسلام، **محمود الرشید حدوٹی** (۱۷مارچ ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ)

سورۃ الفاتحہ

اس سورۃ کا نام سورۃ الفاتحہ ہے فتح کا ایک معنی کھولنا بھی ہے چونکہ یہ سورۃ قرآن کریم کو کھولنے والی ہے، اس سے قرآن کریم کی ابتداء ہوتی ہے اس لئے اس کو فاتحہ کہتے ہیں۔

جس طرح کسی شئے کا عنوان ہوتا ہے یہ سورۃ قرآن کریم کا عنوان ہے اور اس کا نام بھی ہے کہ اس میں سوال کرنے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ کسی سے سوال کرنے اور مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ سائل جس سے مانگتا ہے پہلے اس کی تعریف کرتا ہے کہ تم بڑے ہمدرد ہو، خیر خواہ ہو اور سخی ہو پھر اپنا تعلق بتاتا ہے میں تمہارا شہر دار یا محلہ دار ہوں اور تمہارے زیر سایہ ہوں پھر اپنی کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرتا ہے، پھر اپنا سوال پیش کرتا ہے کہ یہ میری ضرورت ہے جو تمہارے سے مانگنے آیا ہوں۔

اس سورۃ میں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ الحمدللہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا بے حد مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا۔ پھر اپنا تعلق بتایا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور آگے سوال ہے، اھدنا الصراط المستقیم چلا ہم کو سیدھے راستے پر

اس سورۃ کا نام شافیہ بھی ہے۔ یعنی شفا دینے والی۔ حقیقتاً تو شفا دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے جس کی وجہ سے روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ملتی ہے

بخاری شریف صفحہ ۳۰۴ میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک محاذ پر صحابہ کرام کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا کامیابی کے بعد جب واپس ہوئے رات ایک چھوٹے سے قصبے میں ہوئی وہاں رات گزارنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں کے لوگوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا کہ ہم صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دیں گے۔ جس طرح آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں اور اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے۔ کہنے لگے کہ ہم نے صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دینا۔

اس طرح سمجھو جس طرح ہمارے ساتھی تبلیغی جماعت والے بعض قصبات میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان کے بسترے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور ان کو ہاتھوں اور کانوں سے پکڑ کر باہر نکال دیتے ہیں کہ لوگ ان کی باتیں سن کر متاثر ہوں گے اور ہمارے ریوڑ سے نکل جائیں گے۔ ورنہ یہ لوگ ان سے کچھ مانگتے تو نہیں ہیں۔ اپنا کھانا اور اپنا پینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بہر حال انہوں نے صحابہ کرام کو قصبے سے باہر نکال دیا چونکہ اندھیرا تھا انہوں نے قصبے کے قریب ہی ڈیرہ لگالیا کہ رات گزار لیں اور صبح کو چلیں گے اتفاق ایسا ہوا کہ قصبے کے بڑے سردار کو زہریلے قسم کے موذی جانور نے ڈنگ مارا۔

روایت میں ہے کہ فسعوا لہ لکل شیء انہوں نے ہر طرح کی کوشش کی یعنی وہاں جتنے چھو منتر اور دم کرنے والے تھے کسی کا بس نہ چلا۔ مجبور ہو کر صحابہ کرام کے پاس آئے کہ ہمارے سردار کو کوئی زہریلی چیز لڑ گئی ہے کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے ؟ حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ ہاں دم کریں گے مگر تیس بکریاں لیں گے۔ تیس اس لئے کہا کہ یہ آدمی تیس تھے ہر ایک کو ایک، ایک آجائے گی۔

چنانچہ ان کے ساتھ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا کانھا نشط من مقال گویا کہ اس کو گرہ سے کھول دیا ہے۔ یعنی اس کو اس طرح محسوس ہوا کہ کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں ہے۔ فرمایا شرط پوری کرو کہ تیس بکریاں ہمارے حوالے کرو۔ چنانچہ تیس بکریاں

گن کر ان سے لیں۔ مگر تقسیم نہ کیں کہ مدینہ طیبہ میں جاکر آنحضرت ﷺ سے دریافت کریں گے اگر ہمارے لئے جائز ہوں گی تو تقسیم کریں گے ورنہ مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا" ان احق مااخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ" بیشک جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اس پر اجر لو۔ اور فرمایا کہ اس مزدوری میں سے میرا بھی حصہ نکالو۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا حرص اور لالچ نہ تھا بلکہ صرف ان کا وہم دور کرنا مقصود تھا کہ یہ تم نے کوئی گناہ نہیں کیا اگر اس میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو حضور ﷺ یہ نہ فرماتے کہ مجھے بھی حصہ دو۔

اس روایت کے پیش نظر تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی تعویذ گنڈے اور دم کرنے پر اجرت لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اس سورۃ کو شافیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا معنی ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہاں چونکہ کتاب کو شروع کرنا ہے اس لئے شروع کا فعل نکالتے ہیں ورنہ جس کام کے لئے پڑھو گے وہی فعل نکالیں گے مثلاً کھانا کھانا ہے تو وہاں اکل کا فعل نکالیں گے اور ترجمہ ہو گا کہ میں کھانا کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر کچھ پینا ہے تو اشرب کا فعل نکالیں گے کہ میں پیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور پڑھنے کے وقت اقرء نکالیں گے کہ میں پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔
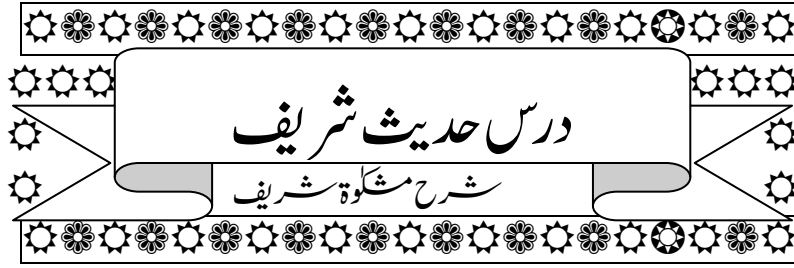
ایمان کا مطلب

"ایمان" کے معنیٰ ہیں، یقین کرنا، تصدیق کرنا، مان لینا۔ اصطلاح شریعت میں "ایمان" کا مطلب ہوتا ہے، اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور ماننا کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود اور پروردگار نہیں، اس کے تمام ذاتی وصفاتی کمالات برحق ہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں، ان کی ذات صادق و مصدوق ہے اور یہ کہ آپ ﷺ کتاب و سنت کی صورت میں اللہ کا جو آخری دین و شریعت لے کر اس دنیا میں آئے اس کی حقانیت و صداقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

تکمیل ایمان: محدثین کے نزدیک "ایمان" کے تین اجزاء ہیں: "تصدیق بالقلب" یعنی اللہ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دین کی حقانیت پر دل سے یقین رکھنا اور اس یقین و اعتماد پر دل و دماغ کا مطمئن رہنا۔

"اقرار باللسان" یعنی اس دلی یقین و اعتقاد کا زبان سے اظہار، اعتراف اور اقرار کرنا۔ "اعمال بالجوارح" یعنی دین و شریعت کے احکام و ہدایات کی جسمانی بجا آوری کے ذریعہ اس دلی یقین و اعتقاد کا عملی مظاہرہ کرنا۔

ان تینوں اجزاء سے مل کر "ایمان" کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آدمی اس ایمان کا حامل ہوتا ہے اس کو "مومن و مسلمان" کہا جاتا ہے۔

ایمان اور اسلام: کیا ایمان اور اسلام میں کوئی فرق ہے یا یہ دونوں لفظ ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب، تفصیلی بحث کا متقاضی ہے جس کا

یہاں موقع نہیں ہے۔ خلاصہ کے طور پر اتنا بتادیناکافی ہے کہ ظاہری مفہوم ومصداق کے اعتبار سے تو یہ دونوں لفظ تقریباً ایک ہی مفہوم کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن اس اعتبار سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے کہ "ایمان" سے عام طور پر تصدیق قلبی اور احوال باطنی مراد ہوتے ہیں جب کہ "اسلام" سے اکثر وبیشتر ظاہری اطاعت وفرمانبرداری مراد لی جاتی ہے۔

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ "وحدانیت، رسالت اور شریعت کو ماننے اور تسلیم کرنے "کا جو باطنی تعلق دل ودماغ سے قائم ہوتا ہے اس کو "ایمان" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس باطنی تعلق کا جو اظہار عمل جوارح کے ذریعہ ظاہری احوال سے ہوتا ہے اس کو " اسلام" سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایک محقق کا قول ہے تصدیق قلبی جب پھوٹ کر جوارح " اعضاء " پر نمودار ہو جائے تو اس کا نام " اسـلام " ہے اور اسلام جب دل میں اتر جائے تو " ایمان " کے نام موسوم ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حقیقت ایک ہے مواطن کے اعتبار سے اس کو کبھی " ایمان "کہا جاتا ہے اور کبھی " اسلام " اسی لئے ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہیں، نہ تو ایمان کے بغیر اسلام معتبر ہو گا اور نہ اسلام کے بغیر ایمان کی تکمیل ہو گی۔ مثلاً کوئی آدمی پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھے، ہر سال زکوۃ بھی ادا کرے، استطاعت ہو تو حج بھی کر ڈالے اور اسی طرح دوسرے نیک کام کر کے اپنی ظاہری زندگی کو "اسلام" کا مظہر بنائے ہوئے ہو مگر اس کا باطن " قلبی تصدیق وانقیاد " سے بالکل خالی ہو اور کفر وانکار سے بھرا ہوا ہو تو اس کے یہ سارے اعمال بیکار محض قرار پائیں گے اسی طرح اگر کوئی آدمی ایمان یعنی قلبی تصدیق وانقیاد تو رکھتا ہے مگر عملی زندگی میں اسلام کا مظہر ہونے کے بجائے سرکشی ونافرمانی کا پیکر اور کافرانہ ومشرکانہ اعمال کا مجسمہ بنا ہوا ہے تو اس کا ایمان فائدہ مند نہیں ہو گا۔

توحید تمام عبادات کی بنیاد ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ(سورة الذاريات٥١ :٥٦)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف بندگی کریں۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ)(سورة

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (غیر اللہ) کی بندگی سے بچو۔(سورۃ النحل ١٦،٣٦)

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلا تَعْبُدُوا إِلا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا)(سورة الإسراء١٧: ٢٣

اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی (اللہ) کی بندگی کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (سورة النساء٤)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں۔(وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔(الانعام)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص محمد ﷺ کی سر بمہر (بند کر کے مہر لگائی ہوئی) وصیت ملاحظہ کرنا چاہتا ہو وہ اللہ تعالی کا یہ فرمان پڑھ لے

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ مِنْ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۱۵۱)وَلا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱۵۲)وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)(سورة الأنعام٦: ۱۵۱-۱۵۳، جامع الترمذی، التفسیر،تفسیر سورۃ الانعام،ح:۳۰۷۰)

اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ آؤمیں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں،وہ یہ کہ:

(1)تم اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھراؤ۔

(۲)اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(3)اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، کیونکہ تمہیں بھی اور ان کو بھی رزق ہم ہی دیتے ہیں۔

(4)بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ، تم ان کے قریب بھی نہ بھٹکو۔

(5)اور جسے قتل کرنا اللہ تعالی نے حرام ٹھہرایا ہے اسے قتل نہ کرو مگر حق اور جائز طریقے سے۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

(٦)اور تم یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو انتہائی بہترین اور پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے۔

(7اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتے۔

(8اور جب بات کرو تو انصاف کی کہو خواہ وہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا ہو (یعنی کسی ایک کی طرف جھکاؤ سے کام نہ لو

(9)اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

(10 اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی پر چلو۔ اسے چھوڑ کر دوسری راہوں پر مت چلو، وہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دیں گی۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے معاذ (رضی اللہ عنہ!) کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟

میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت (بندگی) کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور بندوں کا اللہ کے ذمہ یہ حق ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے۔

(معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! (اجازت ہو تو) لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ (بخاری، الجہاد، والسیر، مسلم الایمان)

نیند سے بیداری کی سنتیں

نیند سے جب انسان بیدار ہو تو سنت عمل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے تا کہ نید کا اثر ختم ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نیند سے اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ (مسلم)

اس کے بعد یہ دعا پڑھنا سنت ہے،

اَلحَمدُ للهِ الَّذِي أَحيَانَا بَعدَمَا أَمَاتَنَا وَإلَيهِ النُّشُورُ(بخاري)

تمام کامل تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ ذات جس نے ہمارے مرنے کے بعد ہمیں زندہ کیا اور اسی کی طرف ہمیں اٹھنا ہے۔

اس کے بعد مسواک کرنا سنت ہے، نبی کریم ﷺ بیداری کے بعد اپنے منہ میں مسواک فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

بیت الخلاء جانے آنے کی سنتیں

بیت الخلاء میں بائیں پاؤں سے داخل ہونا اور دائیں پاؤں سے باہر نکلنا سنت ہے،

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا سنت ہے

[اللّٰهُمَّ إني أَعُوذُ بكَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِثِ] (بخاری، مسلم)

بیت الخلاء سے نکل کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے

[غُفرَانَكَ] (ابوداؤد)

انسان دن اور رات میں کتنی ہی بار بیت الخلاء میں جاتا ہے، جب بھی داخل ہو تو ان سنتوں کا خیال رکھے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت دو اور بیت الخلاء سے نکلتے وقت دو سنتوں پر عمل کر لیا۔

وضو کی سنتیں

وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، وضو کے شروع میں تین بار ہتھیلیوں کو دھونا سنت ہے۔ چہرہ دھونے سے پہلے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا سنت ہے، بخاری و مسلم شریف میں کہ آپ ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھوتے، پھر کلی کرتے، اور ناک میں پانی ڈالتے، اور ناک جھاڑتے اور چہرہ دھوتے تھے۔

اگر آدمی روزے کی حالت میں نہ ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے ، یعنی اچھی طرح کرے۔مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ منہ اچھی طرح پانی پھیرے۔ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچائے۔

کلی اور ناک میں یکبارگی اس طرح پانی پہنچائے کہ ان کے درمیان فصل نہ ہو۔

مسواک کرنے کا یہی موقع ہوتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشق کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔(احمد،نسائی)

چہرہ دھوتے وقت گھنی داڑھی کا خلال کرنا بھی سنت ہے۔(ترمذی)

سر کے مسح کے لیے سنت عمل یہ ہے کہ سر کے ابتدائی حصہ سے ہاتھوں کو گدی کی طرف لے جائے، پھر ہاتھ کو سر کے ابتدائی حصہ کی طرف لے آئے۔

وضو کے دوران ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا بھی سنت ہے۔

سارے اعضاء کو شروع کرتے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے۔

سارے اعضاء کو تین بار دھونا سنت ہے۔وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ کلمہ پڑھنا بھی سنت ہے

أَشهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ وَرَسُولُهُ،

جو آدمی وضو کے بعد یہ پڑھے گا اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس میں سے مرضی ہو داخل ہو جائے۔(مسلم)

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آنے والے شخص کے لیے اپنے گھر میں وضو کرنا سنت ہے، اس کے ایک قدم اٹھانے پر ایک گناہ معاف اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔(مسلم)

جن اعضا کو دھویا جارہا ہو انہیں ملنا بھی سنت ہے پانی کے ساتھ مل رہا ہو یا اس کے بعد ملا جائے۔

وضو کے دوران پانی کو درمیانی مقدار میں استعمال کرنا سنت ہے، جیسے نبی کریم ﷺ وضو کے لیے ایک مد پانی استعمال کرتے تھے۔(بخاری، مسلم)

وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز ادا کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(بخاری، مسلم) ایک روایت کے مطابق اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔

ایک مسلمان چوبیس گھنٹوں کی نمازوں میں کتنی بار وضو کا عمل کرتا ہے، ان سنتوں پر عمل کرنا شروع کر دے تو وہ کتنا خوش نصیب ہو گا کہ درجنوں سنتیں اس سے زندہ ہو گئیں، اجر عظیم کا وہ مستحق ہو گیا۔

ان سنتوں کو زندہ کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کے جسم سے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔(مسلم)

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری ایک سنت پر عمل کرے گا اسے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ملے گا، فرمایا کہ میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، بلکہ انہیں کچلیوں سے پکڑو۔(حدیث شریف)

حضرت جعفر طیار نجاشی بادشاہ کے دربار میں گویا ہوئے کہ

اے بادشاہ! ہم ایک جاہلیت والی قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے، ہر قسم کی بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے، ہم میں سے جو طاقت ور ہوتا وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا، ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جس کے خاندان و نسب و حسب سے اور جس کی سچائی، امانت داری اور عفت و پاک بازی سے ہم پہلے سے واقف تھے۔

انہوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائیں اور اسی کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے، اس کو بالکل چھوڑ دیں اور ان سے قطع تعلق کر لیں، انہوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز و حرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ فریب، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن و پاک باز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا۔

انہوں نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائیں، انہوں نے ہمیں نماز کا، زکوٰۃ کا، روزہ کا حکم دیا، اس موقع پر انہوں نے اس طرح کے اور ارکان اسلام بیان کیے، ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے، اور جو طریقہ اور تعلیم وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کی پیروی کی، صرف ایک اللہ کی عبادت اختیار کی اس کے ساتھ کسی اور کو شریک

نہیں کیا، جو انہوں نے حرام کیا اس کو حرام مانا، جو انہوں نے حلال کیا، اس کو حلال تسلیم کیا، اس پر ہماری قوم ہماری دشمنی پر کمربستہ ہو گئی۔

انہوں نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، اور ہم کو اس دین سے پھیرنے کے لیے مختلف آزمائشوں میں ڈالا اور اس کی کوشش کی کہ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر پھر بتوں کی عبادت کو اختیار کر لیں اور جن گناہوں اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں۔

جب انہوں نے ہمارے ساتھ بہت زور زبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کر دیا اور ہمارے دین کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے اور اس کے لیے آپ ہی کا انتخاب کیا، آپ کے جوار اور پناہ کی خواہش کی، اے بادشاہ ہم یہاں امید لے کر آئے ہیں کہ ہم پر کوئی ظلم نہ کیا جا سکے گا۔

نجاشی نے یہ پوری تقریر سکون و وقار سے سنی اور کہا کہ تمہارے نبی، اللہ کے پاس سے کو کچھ لائے ہیں، اس کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟

حضرت جعفر نے کہا کہ ہے۔

نجاشی نے کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی رو پڑا اور اس کے آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہو گئی، اس کے دربار کے پادریوں پر بھی گریہ طاری ہو گیا، یہاں تک کہ ان کے مذہبی صحیفے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔

کتاب اور رسالہ: کتاب اور رسالہ بہترین دوست ہیں، ان دونوں کے ساتھ تعلق رکھنے سے انسان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، پھر اللہ کی توفیق سے یہ معلومات انسانی زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں، انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے، اس لیے مطالعہ کرتے رہیے۔

رئیس جامعہ دارالقرآن علیوٹ مری

حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! کیا آپ زمین میں اسے پیدا کریں گے جو فساد مچائے گا اور خون بہائے گا، حالانکہ تسبیح و تقدیس بیان کرنا مطلوب ہے تو اس کے لیے ہم ہیں ناں، ہم تیری تسبیح بھی کریں گے، ہم تیری پاکیزگی بھی بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا کہ مجھے ان ناموں کے بارے میں بتاؤ اگر تم سچے ہو، اس پر فرشتوں نے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! تو پاک ذات ہے ہمیں تو اتنا پتا ہے جتنا تو نے ہمیں بتا دیا ہے، تو ہی خوب خوب علم رکھتا ہے اور تیری ہی حکمتیں کارگر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ان ناموں کے بارے میں مجھے بتائیں، جب آدم علیہ السلام نے ان ناموں کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تیار کروا دیا تو ان میں روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، اس حکم کی تعمیل میں تمام فرشتوں نے

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر شیطان ابلیس لعین نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس نے انکار ہی نہیں کیا تکبر بھی کیا، یوں وہ کافروں کی لسٹ میں شامل ہو گیا۔

اس اعزاز واکرام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حواء کو حکم دیا کہ وہ دونوں جنت میں رہیں، اور جنت میں سے جو جی چاہتا ہے کھاتے رہیں، لیکن ایک بات کا خیال رکھیں کہ اس ایک درخت کے قریب تک تم نے نہیں جانا ورنہ ظالموں میں تمہارا شمار ہو گا۔

شیطان لعین دشمن آدم نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حواء کو بہلایا پھسلایا اور انہیں ورغلا کر جنت سے نکلوایا، شیطان نے حیلے بہانے، قسمیں اور حلف اٹھانے کے بعد انہیں پھسلایا اور اس درخت کا پھل کھلوا دیا جس کے قریب تک جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا۔

اس شجر ممنوعہ کو کھانے کا نقصان یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی بیوی حضرت حواء دونوں کو جنت سے زمین کی طرف اتار دیا، فرمایا کہ تم یہاں سے زمین کی طرف اترو، اور تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، لیکن یہ بات یاد رکھو کہ زمین میں تمہارا مستقل ٹھکانہ نہیں ہو گا، بلکہ عارضی رہائش اور ٹھکانہ ہو گا۔

پھر آدم علیہ السلام اس افسوسناک واقعہ پر زمین پر سخت روتے رہے اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، اللہ سے زاریاں کرتے رہے، الحاح کرتے رہے، منت سماجت کرتے رہے، بالآخر سالہاسال کی زاریوں اور آہ وبکاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں چند کلمات سکھائے، جو قرآن کریم میں موجود ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کی بدولت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کا واسطہ بھی پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زمین پر بھیجنے کے بعد انہیں فرمایا کہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت کا پیغام آئے گا تو جو تم میں میری بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کرے گا اسے قیامت کے دن کوئی خوف و غم نہیں ہو گا، اور جو کفر کرے گا، جھٹلائے گا، تو وہ دوزخی ہو گا۔ ہمیشہ ہی وہاں رہے گا۔ ☆
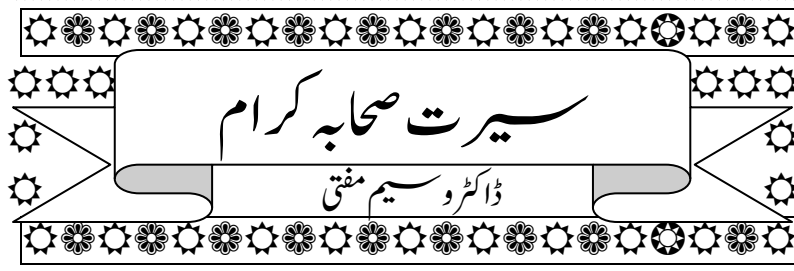
حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

بلال کے والد کا نام رباح (یاابو رباح) تھا۔وہ زمانۂ جاہلیت کی کسی جنگ میں حبشہ سے قید ہو کر آئے تھے۔ بلال کی ولادت مکہ (یا سراۃ) میں ہوئی۔ ان کی والدہ حمامہ بھی جنگی قیدی تھیں،ان کا تعلق بنو جمح سے تھا۔ان کی نسبت سے بلال کو بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے۔بلال کی پرورش بنو جمح ہی میں ہوئی۔

بلال کا شمار السابقون الاولون (سبقت کرنے والے ،اسلام لانے میں اول ۔توبہ:۱۰۰) میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر کے بعد وہ دوسرے بالغ مرد تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ اپنا اسلام ظاہر کرنے میں بھی وہ آگے آگے تھے،ان سات نفوس قدسیہ میں سے ایک جنھوں نے ببانگ دہل مسلمان ہونے کا اعلان کیا،

(۱)خود نبیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے چچا ابو طالب نے مشرکین کی ایذا رسانیوں کے خلاف آپ کا ساتھ دیا۔

(۲)ابو بکر،ان کی قوم نے ان کو حفاظت میں رکھا۔

(۳)بلال،(۴)خباب بن ارت یا مقداد بن اسود،(۵) صہیب،(۶)عماراور ان کی والدہ(۷) سمیہ۔ آخری چار اصحاب غلام تھے، ان کا کوئی قبیلہ نہ تھاجو انھیں پناہ دیتا۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں وہ مستضعفین (نسا:۹۹)میں سے تھے یعنی وہ اہل ایمان جنھیں دبا کر رکھا گیا ہو۔ان کے آقا انھیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے۔شام کو وہ بے حال ہو جاتے تو انھیں چھوڑتے،اپنے اپنے گھر جا کر وہ جسموں پر پانی ڈالتے تو کچھ

سکون ہوتا۔ ایک شام کو ابوجہل آیا، سمیہ کو گالی گلوچ کی، برا بھلا کہا اور نیزے کی انی مار کر ان کی جان لے لی۔ وہ اسلام کی پہلی شہید ہوئیں۔

بلال اسلام کے کٹر دشمن امیہ بن خلف کی غلامی میں تھے۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو امیہ نے ان کو سخت ایذائیں دینا شروع کر دیں۔ تیز دھوپ میں جلتی ریت پر لٹا دیتا اور مطالبہ کرتا، دین اسلام سے رجوع کر کے کفر و شرک کی طرف لوٹ آؤ۔ ان کے سینے پر یا الٹے منہ لٹا کر کمر پر بھاری پتھر (یا گائے کی کھال) رکھوا دیتا اور کہتا، لات و عزیٰ تمھارے رب ہیں۔ وہ پکارتے، اللہ واحد ہی میرا رب ہے۔

امیہ کہتا، تم اسی طرح پڑے رہو گے حتیٰ کہ مر جاؤ یا محمد کا انکار کر کے لات و عزیٰ کی پوجا کرنے لگو۔ بلال کو پیٹا جاتا تو وہ ہر ضرب پر احد (اللہ ایک ہے) احد (اللہ ایک ہے) پکارتے۔ کہا جاتا، وہ کفریہ کلمات کہو جو ہم بول رہے ہیں تو بلال جواب دیتے، میری زبان ان کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

ابوجہل بھی ان پر تشدد کرنے میں شریک تھا۔ ورقہ بن نوفل نے بلال کو سزائیں جھیلتے دیکھا تو کہا، اگر ان تکالیف سے تمھاری جان چلی گئی تو میں تمھاری قبر کو جائے برکت بنالوں گا۔

بلال نے ہر طرح کی سختی برداشت کر لی تو ان کے گلے میں رسی ڈال دی گئی اور بچے مکہ کے دو بڑے پہاڑوں جبل ابوقبیس اور جبل احمر کے بیچ انھیں کھینچتے پھرے۔ اس حال میں بھی بلال احد، احد پکارتے رہے۔ اسی دوران میں نبئ اکرم نے ابو بکر سے کہا، کاش ہمارے پاس کچھ مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے۔ آپ کے یہ الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں، ابو بکر! بلال کو (آزادی میں) اپنا ساجھی بنالو۔ ابو بکر امیہ کے پڑوسی تھے تاہم انھوں نے عباس بن عبدالمطلب کو اس سے بات کرنے کو کہا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے خود سودا کیا، امیہ کو اس کی منہ مانگی رقم ۷ اوقیہ (قریباً سوا ۲۳ تولے سونا، دوسری روایت: ۱۵ اوقیہ (۵۰ تولے) دے کر بلال کو خریدا اور پھر آزاد کر دیا۔ ☆

بیوی کے نام کئے گئے مکان میں ورثاء کا حصہ

سوال میں نے اپنی بیوی کو اپنے والد کی جائیداد کی رقم دے کر ایک پلاٹ اپنی بیوی کے نام کروایا اور اس کو بنوا کر مستقل طور پر اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ رہنے لگا۔ کچھ وقت پہلے میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اب میری بیوی کی والدہ دعویٰ کر رہی ہے کہ چونکہ مکان میری بیٹی کے نام ہے اس لیے مکان فروخت کر کے مجھے حصہ دو! جبکہ میرا مذکورہ پلاٹ کو اپنی بیوی ذاتی ملکیت میں دینا مقصود نہیں تھا۔ اب صرف نام ہونے کی وجہ سے مکان کی میراث جاری ہو گی کیا شرعی لحاظ سے میری ساس کا حصہ بنے گا؟ مہربانی فرما کر تفصیل سے مسئلے کا حل تحریر فرمائیں۔ (فاروق چودھری، شاہ فیصل کالونی کراچی)

جواب صورت مسئولہ میں اگر آپ نے بیوی کے نام مکان خرید کر خود اس میں رہائش اختیار کرنے سے پہلے بیوی کو تنہا مکمل طور پر قبضہ دے کر مالک بنا دیا تھا تو یہ مکان بیوی کی ملکیت ہے۔ جس میں ان کے تمام ورثاء کا حق ہے اور ان میں آپ اور بیوی کی والدہ بھی شامل ہیں، اور اگر آپ نے محض کاغذات میں بیوی کے نام کیا تھا اور خریدنے کے بعد بیوی کو مالکانہ حقوق کے ساتھ مالک و قابض بنا کر حوالے نہیں کیا تھا بلکہ آپ پلاٹ کو تعمیر کرا کے بیوی بچوں سمیت اس میں رہتے رہے تو یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اس میں آپ کی بیوی کی والدہ کا کوئی حق و حصہ نہیں ہے۔

بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کا حصہ

سوال ① والد کی زندگی میں بیٹا فوت ہو گیا ہو تو پھر دادا کی میراث میں پوتا اور پوتیوں اور بہو کا شرعاً وراثت میں حصہ بنتا ہے کہ نہیں؟

سوال ② والد کی زندگی میں بیٹا فوت ہو گیا ہے، بیٹے کے ذاتی مال و دولت میں ایک پوتا دو پوتیوں اور بہو کو دادا کی وراثت میں کیا حصے ملیں گے اگر وراثت ۴۲ لاکھ ہو تو کتنے کتنے حصے ملیں گے، مہربانی فرما کر فارمولا بھی لکھ دیں۔ (ریٹائرڈ صوبیدار حاجی نور حسین، ضلع سیالکوٹ)

جواب: ① اگر والد کے انتقال کے وقت کوئی بیٹا بھی زندہ ہو تو زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد کو شرعاً دادا کی میراث سے حصہ نہیں ملتا اور بہو بھی اپنے سسر کے ترکے میں حصہ دار نہیں ہوتی۔ تاہم اگر کوئی بیٹا بھی والد کی وفات کے وقت حیات نہ ہو بلکہ اس سے قبل ہی سارے وفات پا جائیں تو ایسی صورت میں پوتوں کو دادا کی میراث سے شرعی قانون کے مطابق حصہ ملتا ہے۔

② البتہ مذکورہ صورت میں زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے نے اپنی ذاتی کوئی جائیداد و مال چھوڑا ہو تو وہ ان کی اولاد اور بیوہ میں تقسیم ہو گا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ مرحوم والد نے بوقت انتقال اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ و غیر منقولہ مال و جائیداد، دُکان، مکان پلاٹ، زمین، سونا، چاندی، نقد رقم، کپڑے، برتن، غرض ہر طرح کا جو چھوٹا بڑا ساز و سامان چھوڑا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے۔ جس میں سب سے پہلے مرحوم کے کفن، دفن کے متوسط اخراجات نکالے جائیں۔ یہ اخراجات کسی نے اپنی طرف سے بطورِ احسان ادا کر دیئے ہوں تو پھر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم کے ذمے کوئی قرض واجب الادا ہو تو وہ ادا کریں۔ اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کریں۔ اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے کل بتیس (۳۲) مساوی حصے کریں، جس میں سے بیوہ کو چار (۴) حصے اور مرحوم کے بیٹے کو چودہ (۱۴) حصے اور ہر بیٹی کو سات سات (۷) حصے دیدیں۔ واضح رہے یہ تقسیم اس وقت ہے کہ مرحوم کی والدہ بھی ان کی زندگی میں وفات پا چکی ہو ورنہ یہ حکم نہیں ہو گا ایسی صورت میں والدہ کے ورثاء کی بھی تفصیل لکھ کر مسئلہ دوبارہ دریافت کر لیا جائے۔ ۴۲ لاکھ روپے اگر دادا کی میراث ہے تو وہ دادا کی زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد اور ان کی بیوہ میں تقسیم نہیں ہو گی، اور اگر یہ مرحوم بیٹے کی ذاتی وراثت ہے تو اسے مذکورہ بالا طریقہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ ☆☆☆☆

توبہ واستغفار کا اہتمام اور ذکر کرنے کا طریقہ

میرے عزیزو، دوستو! اگر غور کریں، تو ہمارے دل آلودہ ہیں، دلوں کی صفائی نہیں ہے، دلوں کی صفائی، دلوں کی گندگی، دلوں کی آلائش اس کو صاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، توبہ استغفار کیا جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے اور ذکر بھی پھر رسمی نہ کیا جائے، ڈوب کر کیا جائے، ایسے ڈوب کر کیا جائے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات، اس کی تجلیات، اس کے انوارات اور اس کے برکات محسوس ہوں، حضرت مجذوب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

دل مرا ہو جائے اک میدان ہُو　　غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو　　تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور مرے تن میں بجائے آب وگل

درد دل ہو درد دل ہو درد دل

اتنا ڈوب جائے، اتنا ڈوب جائے کہ اللہ کے سوا کچھ نظر ہی نہ آئے، کچھ نظر نہ آئے، جسم کا رُواں رُواں پکار اٹھے، یا اللہ

تجھ سے دَم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو　　اور تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو
دل میں تیری یاد لب پر نام ہو　　عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو

دیکھو! مانگا تو کیا مانگا، سبحان اللہ، یا اللہ

تجھ کو تجھی سے مانگتا ہوں

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ان کا ایک شعر بھی سن لو

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

ہمارے بزرگوں نے کمی نہیں کی، ٹھوک ٹھوک کر ہمارے اندر جذبہ بھرا ہے، ہمیں تعلیمات دی ہیں، ان تعلیمات کو ہم بھلادیں یا نظر سے ہٹادیں تو اس میں ہمارا قصور ہے، ہماری بدقسمتی ہے، اللہ نے تو بہت دیا، اللہ کے ولیوں نے خوب سکھایا۔

حضرت تھانویؒ کی قبر مبارک کی زیارت

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، بہت کم لوگ ہیں، اس مجمع میں جنہوں نے حضرت کی قبر کی زیارت کی، اللہ کا شکر ہے میں بھی دو سال ہوئے ، حاضری دے کر آیا ہوں، اس وقت میں بے قرار ہو گیا، جب یہ خبر سنی کہ حضرت کی قبر کی بے حرمتی ہوئی، اللہ نے انہی دنوں میں میرے جانے کا انتظام کیا اور حضرت کی قبر پر حاضر ہوا، حضرت کی ایک ایک بات سونے کے لفظوں سے لکھنے والی ہے، یقین جانیئے!

حضرت مفتی محمد حسنؒ امرتسری اپنے شیخ کی مجلس میں

ایک بات مجھے یاد آگئی، حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، جامعہ اشرفیہ کے بانی تھے، میرے پاس ان کے بیٹے حضرت مولانا مفتی عبید اللہ صاحب تشریف لایا کرتے ہیں۔ خانقاہ میں، (حضرت مولانا عبید اللہ المفتی ۱۱ اپریل ۲۰۱۶ کو اس دار فانی سے رحلت فرماگئے ہیں، اللہ انہیں غریق رحمت کرے، عجب انسان تھے، چلتا پھرتا قرآن تھے، حضرت

تھانوی کے علوم وفنون کے محافظ وپاسبان تھے، میرے پیر ومرشد حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم نے حضرت الاستاذ مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا واقعہ سنایا ہے کہ وہ میرے پاس تشریف لایا کرتے ہیں۔العبدالضعیف محمودالرشید حدوٹی) اور ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مجلس میں مجھے نہال کرکے چلے جاتے ہیں، انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ میرے ابا حضرت تھانوی سے بات نہیں کیا کرتے تھے، صرف سنتے تھے، حضرت مجلس میں کان بن کر بیٹھتے تھے، زبان کو بند کرلیتے تھے، میں نے اپنے والد سے خود سنا کہ ساری زندگی میں حضرت تھانوی سے دو دفعہ یا تین دفعہ بس مخاطب ہوا ہوں گا، جب کوئی بات پوچھنی ہوتی تھی لکھ کر حضرت کی خدمت میں رقعہ پیش کردیتا تھا، حضرت اسی پر جواب لکھ کر دیتے تھے، بولنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی، ہمیں تو یہی سبق دیا تھا کہ اللہ والوں کی مجلس میں جب جاؤ تو پورے کان بن کر جاؤ، دل بھی کان ہوں، ہاتھ بھی کان ہوں، یہی کان نہیں پورا جسم کان بن جائے، بیٹھ کر سنا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی نصیحتیں۔

☆اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر تا کہ وہ بھی تیرے لیے وسائل خوشنودی پیدا کرے۔
☆علم شریعت عین علم نور ہے۔
☆اہل درد کی بات سن تا کہ تجھے بھی درد دل میسر آئے۔
☆مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی بھلائی کے لیے شب وروز وقف کردے۔
☆کبھی تو نے سوچا کہ تیرے حقوق وفرائض کیا ہیں؟
☆ہمیشہ کم گو رہ کیونکہ اس بات میں لاتعداد فوائد ہیں۔
☆ہمیشہ دوسروں کے کام آ، اللہ بھی تیرے کام آسکتا ہے۔
☆اللہ کے کام کر اللہ تیرے کام کرے گا۔
☆اللہ کی بردباری کی وجہ سے دلیر نہ ہو کیونکہ اس کی گرفت سخت ہے۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو یوسفؒ خلیفہ ہارون رشید عباسی (۱۷۰ھ ،۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاۃ یعنی موجودہ دور کے چیف جسٹس تھے۔ بہت کم گو اور انصاف پسند تھے۔ بادشاہِ وقت کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شخص ہارون کے سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ اس شخص نے ہارون سے کہا:

''خدا کی قسم تم تقسیم دولت میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ نہ رغبت کے ساتھ عدل کرتے ہو، تم نے یہ کیا اور وہ کیا''۔

ہارون کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کر لیا گیا اور نماز جمعہ کے بعد خلیفہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ ہارون نے امام اَبو یوسفؒ کو بلوایا۔ وہ جب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہتھکڑی اور بیڑیوں میں جکڑا کھڑا ہے۔ جلاد اس کے سر پر کوڑے لئے کھڑے ہیں۔ ہارون امام ابو یوسفؒ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا

''اے یعقوب! اس شخص نے مجھ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو آج تک کسی کو کہنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔''

امام اَبو یوسف نے کہا: ''امیر المومنین! کون سی بات ہو گئی؟ اس طرح کی باتیں تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی کی گئیں اور آپ ﷺ نے معاف کر دیا اور درگزر سے کام لیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو قسم دی۔

میں آپ کو قسم دیتاہوں کہ عدل کیجئے!
آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا؟" اور اسے معاف فرمادیا۔

ایک مرتبہ اس سے بھی سنگین واقعہ ہوا۔ زبیرؓ اور ایک انصاری مدعی اور مدعاعلیہ بن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فیصلہ زبیرؓ کے حق میں دیا، جس پر انصاری نے کہا۔ "یارسول اللہؐ کیا یہ فیصلہ آپ ﷺ نے اس لئے کیا ہے کہ زبیرؓ آپ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ سنا اور اسے معاف کر دیا۔"

امام ابو یوسفؒ کی یہ باتیں سن کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس شخص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔"

امام ابویوسفؒ کی حق گوئی اور جرأت و دلیری کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک مصنف کے مطابق: "جب قیصر روم کی بار بار عہد شکنی، سرکشی اور سرحد پر قتل و غارت سے ہارون تنگ آگیا تو ایک روز نہایت غصہ سے اس نے قاضی القضاۃ حضرت امام اَبو یوسفؒ سے پوچھا کہ عہد اسلامی میں عیسائیوں کے گرجاگھر کیوں محفوظ رہے ہیں اور کس نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ شہروں میں اعلانیہ جلوس نکالیں؟ اس پر امام اَبویوسفؒ نے بڑی جرأت سے جواب دیا: "حضرت عمرؓ کے عہد میں جب رومی ممالک فتح ہوئے تو عیسائیوں کو یہ لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ تمہارے گرجے محفوظ رہیں گے اور تمہیں اپنے مذہبی اعمال بجالانے اور صلیب نکالنے میں پوری آزادی ہو گی۔ پس اب کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔" یہ سن کر ہارون الرشید چپ ہو گیا اور پھر ساری عمر کبھی مسیحی آبادی کے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی۔

علامہ شبلی نعمانی ذمیوں کے حقوق سے متعلق اپنے ایک مقالہ میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "ہارون الرشید جب قیصر روم کی بار بار بغاوت سے نہایت برہم ہوا تو مسیحی آبادی کے حوالے سے اس کے خیالات تبدیل ہوگئے، غالباً اسی کا اثر تھا کہ اس

نے قاضی ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ مسیحی آبادی کے گرجے مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں کیوں محفوظ رہے اور آج ان کو کیوں کر یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ اعلانیہ صلیب نکالتے ہیں؟ اس کا جواب قاضی صاحب نے کچھ یوں دیا:

"مسلمانوں اور ذمیوں میں جزیہ کی بناء پر جو صلح ہوئی تھی۔ یہ شرط کچھ یوں تھی کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے، شہر کے اندر ہوں یا باہر، برباد نہ کئے جائیں گے اور یہ کہ ان کا کوئی دشمن ان پر چڑھ آئے تو ان کی طرف سے مقابلہ کیا جائے گا اور یہ کہ وہ تیوہاروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ تمام شام اور حیرہ (باستثناء بعض مواضع کے) انہیں شرائط پر فتح ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ خانقاہیں اور گرجے چھوڑ دیئے گئے اور برباد نہیں کئے گئے۔

سب سے پہلے نمازی۔ ہم جو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں دو رکعت نماز فرض پڑھتے ہیں، اس کی حکمت یہ ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی، جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اتارا، اس وقت دنیا میں رات چھائی ہوئی تھی، حضرت آدم جنت کی روشنی سے نکل کر دنیا کی اس تاریک اور اندھیری رات میں دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو بڑی تشویش لاحق ہوئی، کہ دنیا اتنی تاریک ہے، یہاں زندگی کیسے گزرے گی؟ کوئی چیز نظر آتی ہے اور نہ ہی جگہ سمجھ میں آتی ہے، کہ کہاں رہیں اور کہاں جائیں، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، چنانچہ خوف محسوس ہونے لگا، اس کے بعد آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی اور صبح کا نور چمکنے لگا، صبح صادق ظاہر ہوئی، تو حضرت آدم کی جان میں جان آئی، اس وقت حضرت آدم نے سورج نکلنے سے پہلے دو رکعتیں بطور شکرانہ ادا فرمائی، ایک رکعت رات کی تاریکی جانے کے شکرانہ میں ادا فرمائی اور ایک رکعت دن کی روشنی نمودار ہونے کے شکرانہ میں ادا فرمائی، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور اقدس ﷺ کی امت پر فرض فرما دیا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ فجر کی نماز کتنی اہم ہے۔☆

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ روم تشریف لے گئے۔ وہاں وزیر سے ملاقات ہوئی۔ وزیر نے کہا آج ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں' تو اچھا ہے۔ آپ بھی راضی ہو گئے اور ان کے ہمراہ جنگل تشریف لے گئے۔ جنگل میں دیکھا کہ اطلس کا ایک قیمتی خیمہ ایستادہ ہے۔

وزیر کے پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک لشکر جرار نے خیمے کا طواف کیا، پھر حکیموں اور فلاسفروں نے اس خیمے کا طواف کیا، اس کے بعد بے شمار حسین عورتیں زرق برق پوشاک پہنے اور زر و جواہرات کے طشت بھرے لے کر اس خیمے کے گرد طواف کر کے لوٹ آئیں۔

اس کے بعد بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد باہر آ گئے، یہ نظارہ دیکھ کر آپ بہت دیر تک سوچتے رہے، جب کچھ سمجھ نہ آیا تو وزیر سے اس امر کے متعلق دریافت کیا، وزیر نے کہا کہ قیصر روم کا ایک حسین و جمیل نوجوان، اکلوتا فرزند فوت ہو گیا، اس خیمہ کے اندر اس کی قبر ہے۔

ہم لوگ سال بھر کے بعد اسی طرح خیمہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاحب قبر کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تجھ کو زندہ کرنے میں ہمارا ذرا بھر اختیار ہوتا، تو ہم تمام فوج' حکیم، ڈاکٹر' فلاسفر، بزرگ، مال و دولت، غرضیکہ ہر طرح کوشش کر کے سب کچھ تجھ پر نثار کر دیتے مگر تیرا معاملہ تو ایسی ذات کے ساتھ

ہے، جس کے مقابلہ میں تیرا باپ تو کیا ساری کائنات کی طاقت بالکل ہیچ ہے۔ یہ بات سن کر آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر بصرہ واپس آ گئے اور تمام بیش قیمت جواہرات فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیئے اور ترک دنیا کی قسم کھا کر گوشہ نشین ہو گئے اور ستر سال تک ایسی عبادت کی کہ اپنے زمانے کے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے۔

کسی حالت میں مطمئن نہ رہنا

ایک ہرن کی آنکھ کسی صدمے کی وجہ سے جاتی رہی۔ بے چارہ شکاریوں کے ڈر سے دریا کے کنارے چرا کرتا اور جو آنکھ ضائع ہو چکی تھی دریا کی طرف سے جو خطرہ نہ سمجھ کر' اس آنکھ کا رخ دریا کی طرف رکھتا۔ اتفاقاً کوئی شکاری کشتی میں سوار چلا جاتا تھا۔ جونہی وہ ہرن کے برابر آیا' گولی ماری اور ہرن کا کام تمام کیا۔ یاد رکھو زندگی کو ہر طرف سے آفت ہے۔ کسی حالت میں مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔

سچ بولنے کا انعام

شہنشاہ جہانگیر نے ایک مرتبہ دوران شکار ایک گاؤں کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ایک خدمت گار گاؤں میں انڈے خریدنے گیا، تو ایک دیہاتی نے یہ معلوم کر کے کہ یہ انڈے بادشاہ کے لیے خریدے جا رہے ہیں، پانچ اشرفی فی انڈا قیمت طلب کی۔

خدمت گار نے اس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ شخص باوجود اس بات کے جاننے کے کہ انڈے شہنشاہ عالم کے لیے مطلوب ہیں۔

اس قدر گراں قیمت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے نہایت خوش اخلاقی سے دریافت کیا کہ کیا اس گاؤں میں انڈے کم ملتے ہیں؟ دیہاتی نے کہا، حضور انڈے تو بہت ملتے ہیں لیکن ایسے شہنشاہ کم ملتے ہیں۔ بادشاہ اس کے اس مدلل اور برجستہ جواب سے بہت خوش ہوا' اور انڈوں کی منہ مانگی قیمت دینے کے علاوہ اس کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

☆☆☆☆

موبائل فون ایک ایسی ایجاد ہے جو دور دراز موجود لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ اس سہولت کو استعمال کرتے ہوئے شائستگی اور ادب آداب کو ملحوظ رکھیں۔ موبائل فون کے استعمال کے حوالے سے ذیل میں کچھ ہدایات دی جارہی ہیں جن پر عمل پیرا ہونا مفید ہے: ① موبائل فون کی سہولت ذاتی ہے، اس کے ذریعے لوگوں کی پرائیویسی کو مجروح نہ کریں۔ پہلے ہمیشہ کوشش کریں کہ لینڈ لائن نمبر پر بات ہو جائے۔ صرف ہنگامی حالات میں موبائل کو استعمال کریں۔ موبائل پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی بات مختصر کریں اور صرف کام کی بات کریں۔ اگر بات مختصر ہو تو ہمیشہ ایس ایم ایس کریں۔ ② اکثر لوگ عادی ہیں کہ وہ کھانے کے دوران سینما اور میٹنگز کے دوران فون کرتے رہتے ہیں اس حرکت سے اجتناب کریں۔ ③ ہم عموماً مشاہدہ کرتے ہیں کہ فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے۔ عوامی جگہوں پر فون کی گھنٹی سائلنس پر لگا کر رکھیں۔
④ جب آپ ایسی جگہ پر بیٹھے بات کر رہے ہوں جہاں اور بھی لوگ ہوں تو دھیمے لہجے میں بات کریں۔ دوسروں کو ڈسٹرب نہ کریں۔ بلکہ کوشش کریں کہ فون سننے کے لیے کسی گوشہ تنہائی میں چلے جائیں جس سے نہ آپ پریشان ہوں اور نہ ہی دوسرے۔
⑤ گھر سے باہر ہونے کی صورت میں موبائل فون ساتھ رکھنا مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ گھر میں کسی قسم کی ایمرجنسی کی صورت میں گھر والے آپ سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ ضرورت کے وقت آپ بھی انہیں فون کر سکتے ہیں۔
⑥ یاد رکھیں دوران ڈرائیونگ موبائل فون استعمال کرنا سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ اگر بات کرنا ضروری ہو تو گاڑی کو روک کر فون سن لیں۔ ☆☆☆

① تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام کرنا۔

② ظاہری گناہوں میں بد نگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

③ اخلاق ذمیمہ، برے اخلاق میں سے بے جا غصہ، حسد، عجب، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

④ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا انفراداً اور اجتماعاً بہت اہتمام رکھنا، ان کے احکام وآداب کو بھی معلوم کرنا۔

⑤ صفائی و ستھرائی کا التزام رکھنا، بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں، ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا کرنا۔

⑥ نماز میں سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

⑦ سنن عادات کا بھی خیال رکھنا، مثلاً کھانے، پینے، سونے، جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

⑧ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا، اس میں کلام پاک کے حسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔

⑨ پریشان کن حالات و معاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں ہوا۔

⑩ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔ (خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور کینٹ)